ٹیس

بس راج گڑھ کے بس اسٹینڈ پر پہنچ چکی تھی۔ میں انور کے ساتھ بس کے نیچے اترا۔ نیچے رکشہ والوں کی لمبی قطار کھڑی تھی اور وہ سب کے سب ہماری اٹیچی اور دوسرے سامان پر جھپٹ رہے تھے۔ میں پریشان تھا کہ کس کے رکشہ پر بیٹھا جائے کہ یکا یک ذرا دور پر کھڑے ایک رکشہ والے نے آگے بڑھ کر انور کے ہاتھ سے اٹیچی لے لی اور آیئے بابو جی کہہ کر چل دیا۔ انور اُس کے پیچھے چل دیا۔ اُس کا رکشہ تھوڑی دور پر کھڑا تھا اُس نے اُس پر اٹیچی رکھی اور میرے ہاتھ سے بریف کیس لے کر اٹیچی پر رکھ دیا اور پھر مجھ سے بولا بیٹھئے بابو جی انور پہلے ہی رکشے پر بیٹھ چکا تھا۔ رکشہ چل پڑا۔ میں نے رکشے والے سے کہا کہ یہ تو پوچھا نہیں کہ جانا کہاں ہے۔ ارے بابو صاحب کی حویلی کے پاس تو ہی رہتے ہیں۔ رکشے والے نے جواب دیا۔ ہم نے کہا کہ اچھا تو یہ حویلیوں کے زیر سائے رہنے والے آپ کی پرجا ہے۔

میں نے رکشہ والے کی طرف ذرا تنقیدی نگاہوں سے دیکھا۔ مجھے گھر کا کام کرنے کے لئے ایک آدمی کی ضرورت تھی۔ رکشے والا نوجواں تھا لیکن لگتا تھا سخت جفاکشی نے اُسے وقت سے پہلے بوڑھا بنا دیا ہے اُس کے گالوں کی ہڈیاں نکلی ہوئی تھیں اور اس کی باہر نکلی ہوئی پسلیاں اس کی پھٹی ہوئی قمیص سے صاف نظر آ رہی تھیں۔ رکشہ چلانے کے سلسلہ میں وہ اپنی پوری طاقت صرف کر رہا تھا اور اس کے بعد بھی رکشہ بہت دھیما چل رہا تھا۔ ویسے بھی اب تھوڑی چڑھائی شروع ہوگئی تھی۔

میں اور انور دہلی کی ایک فرم کے ٹیکنکل سیکشن میں تھے۔ انور راج گڈھ کا رہنے

والا تھا اُس کا عرصہ سے اصرار تھا کہ میں چھٹیوں میں راج گڈھ چلوں کیونکہ بقول انور کے وہاں سکون ہی سکون ہے۔ بڑی بڑی پرسکون حویلیاں جس میں ہیبت ناک حد تک خاموشیاں۔ دہلی کے انتہائی مشغول اور شور شرابے کی زندگی سے کچھ وقت نکال کر کچھ تبدیلی اور آرام کے لئے راج گڈھ سے بہتر جگہ نہیں ہو سکتی اور اِس بار میں نے انور کے ساتھ راج گڈھ جانے کا پروگرام بنا ہی لیا۔

رکشہ بازار کے حدود سے نکل کر آبادی والے محلوں سے گذر رہا تھا کئی جگہ سڑک کے کنارے مکانوں کے باہر بیٹھے لوگ شطرنج کی بازی جمائے نظر آئے ایک جگہ تھوڑی بھیڑ نظر آئی بہت سے لوگ گول دائرے میں کھڑے نظر آئے۔ پتہ چلا کہ کیرم کا میچ چل رہا ہے۔ میں کافی حیرت سے یہ سب دیکھ رہا تھا۔ آج کے دور میں اتنی فرصت اِن لوگوں کو کہاں مل گئی انور کہنے لگا یار یہاں مجرا نہیں ہوتا ورنہ تم اسے نوابوں کے وقت کا لکھنؤ سمجھ لیتے۔

جگہ جگہ بچے گلی ڈنڈا اور کنچے کھیلتے ہوئے نظر آئے۔ انور بتانے لگے اُنمیں سے کوئی بھی بچہ اسکول نہیں جاتا۔ یہ سب ایسے ہی دن بھر آوارہ گردی کرتے رہتے ہیں۔ اگر اُن کو ڈانٹو یا سمجھاؤ تو اُن کے ماں باپ لڑنے آجائیں گے۔ مجھے واقعی اُن لڑکوں کو دیکھ کر غصہ آنے لگا۔ کیونکہ اُن میں سے دو لڑکے اب کسی بات پر جھگڑنے لگے تھے اور اُن میں آپس میں مغلظات کا تبادلہ ہونے لگا تھا۔ جس کی آواز سیسے کی طرح میرے کان میں اُترتی چلی جارہی تھی۔ میرا جی چاہا کہ میں رکشے سے اتر کر کے دونوں لڑکوں کو ایک ایک جھانپڑ رسید کردوں۔ میں نے اپنی خواہش کا اظہار انور سے کیا۔ انور نے کہا کہ تم کتنوں کو جھانپڑ مارو گے۔ اِس کے بعد اُن کے ماں باپ ایسی طوفان بدتمیزی اٹھائیں گے کہ تم سناٹے میں آجاؤ گے۔ اپنے ماں باپ کی شہ پا کر یہ اور بدتمیز ہوتے جارہے ہیں۔ یار اُن کی حالت پر ہم صرف ماتم کر سکتے ہیں اور کچھ بھی نہیں۔

رکشہ اب ایک گلی میں مڑ گیا تھا۔ انور نے بتایا کہ اب اُس کا محلہ شروع ہو گیا ہے اور اُسی وقت مجھے لگا کہ ایک بچے نے رکشہ کے پیچھے دوڑنا شروع کر دیا ہے۔ میں

نے گھوم کر اُسے دیکھا اور سوچا ذرا اِس کی عمر دیکھئے اور شرارت پر غور کیجئے بلاوجہ رکشے کے پیچھے بھاگ رہا ہے۔ اُن لڑکوں کے آپس میں گالیوں کے تبادلے سے میرا موڈ تو کافی حد تک خراب ہو چکا تھا اور اب اُس بچے کو رکشہ کے پیچھے بھاگتے دیکھ کر مجھے غصہ چڑھنے لگا۔ بہر حال وہ جیسے ہی رکشہ کے پاس پہنچا میں نے زور سے اُسے جھڑکا وہ ٹھٹک کر رک گیا لیکن پھر اُس نے دوبارہ دوڑنا شروع کر دیا کس قدر ڈھیٹھ ہے میرا پارہ چڑھنے لگا۔ لیکن اب کی وہ پھر رکشہ کے نزدیک پہنچا تو میرا ہاتھ گھوم گیا۔ میں نے ہلکے سے ہاتھ سے مارا۔ کیونکہ رکشہ چل رہا تھا تو شاید اس وجہ سے اُسے کافی تیز ہاتھ پڑا۔ اِس بار وہ رک گیا اور شاید رویا کیونکہ وہ اب آستینوں سے اپنے آنسو پونچھ رہا تھا مجھے تھوڑی سی ہمدردی کا احساس ہوا کہ بلاوجہ اُسے مار دیا لیکن یہ احساس آتے ہی ختم ہو گیا کیونکہ اس نے آنسو پونچھتے ہوئے رکشہ کے پیچھے پھر دوڑ لگا دی۔ میں نے سوچا مار کا اُس پر ذرا بھی اثر نہیں ہوا کس قدر بے شرم ہے۔ رکشہ کے پیچھے لٹکنے کے لئے بالکل پاگل ہوا جارہا ہے۔

حویلی آچکی تھی اور رکشہ حویلی کے احاطے میں داخل ہو گیا تھا ہم اور انور رکشے سے اُتر گئے تھے۔ کیونکہ احاطے کی چڑھائی شروع ہو گئی تھی۔ رکشہ والا ابھی رکشہ سے اُتر کر رکشہ کھینچنے کی کوشش کرنے لگا وہ بچہ اب پیچھے سے رکشہ کو دھکا مار رہا تھا۔ یہ تو پیچھے ہی پڑ گیا۔ لگتا ہے ساری بدمعاشی کا اکیلے ہی ٹھیکا لئے ہوئے ہے۔ میں نے سوچا' لیکن اُس بار میں نے کچھ کہنا مناسب نہیں سمجھا۔ رکشہ ڈیوڑھی کے پاس جا کر رک گیا رکشہ والے نے رکشے پر سے سامان اُٹھا کر نیچے رکھا اپنے میلے انگوچھے سے پسینہ پونچھا پھر اُس نے بچے کو اُٹھا کر گود میں لے لیا۔

ارے یہ کیا تمہارا بیٹا ہے میرے منھ سے یہ الفاظ بے اختیار نکلے۔

جی ہاں بابو جی۔ رکشہ والے نے اُس بچے کو اب رکشہ کی گدی پر بٹھا دیا۔

ارے تو تم نے بتایا کیوں نہیں۔ میں اتنی دیر سے اُسے ڈانٹ رہا تھا۔ میں۔ پتہ نہیں کیوں بری طرح سے سٹپٹا گیا۔

بابو جی اُس کی ماں تو مر چکی ہے اور یہ ہم سے بہت ہلا ہوا ہے۔ جب تک ہم لوٹ کر نہیں آتے یہ ہماری راہ تکا کرتا ہے اور دور سے ہی رکشہ کو دیکھ کر دوڑتا ہے۔ آج تو ہم اِسی محلے کی سواری لے آئے تو یہ سواری کے پیچھے ہی بھاگنے لگا۔

اب میں اُس بچے کی طرف دیکھنے لگا تھوڑی دیر پہلے والا بدتمیز اور شریر بچہ اب مجھے بہت معصوم نظر آنے لگا تھا وہ اپنے باپ کی رکشے کی گدی پر بیٹھ کر اتنا خوش نظر آ رہا تھا کہ شاید ہی کوئی راجہ اپنی راج گدی پر بیٹھ کر اتنا خوش نظر آئے۔ مجھے اب اُس بچے پر بے تحاشہ پیار آنے لگا اور ساتھ ہی ساتھ اپنے او پر سخت ندامت کہ کتنا گنہگار ہوں میں۔ کہ میں نے اتنے بھولے بھالے معصوم پر ہاتھ اٹھایا جو کسی شرارت میں نہیں اپنی باپ کی محبت میں پیچھے دوڑ رہا تھا اور اُس محبت کے آگے اُس نے میری جھڑکی اور مار کی کوئی پروا نہیں کی اور جب اُس کا باپ احاطے کی چڑھائی پر رکشے کو کھینچ رہا تھا تو وہ شرارت میں نہیں بلکہ اپنے باپ کی مدد کرنے کے لئے رکشہ کو دھکا لگا رہا تھا۔

انور نے رکشہ والے کو پیسے دیے اور وہ اب رکشہ موڑ کر واپس جا رہا تھا میرا دل چاہا کہ اُس بچے کو گود میں لے کر اُسے سینے سے لگاؤں لیکن میں صرف اُس بچے کے سر پر ہلکی سی چپت ہی لگا سکا جس کا جواب اُس نے مسکرا کر دیا تھا میں بھی مسکرایا تھا لیکن میرا دماغ بالکل بوجھل ہو گیا تھا۔

○○○